ہم دنیا میں توحید کا قیام نہیں کر سکتے جب تک اپنے نفس میں توحید کا قیام نہ کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 / جولائی 1996ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ برطانیہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران: 19)

پھر فرمایا:

الحمد للہ کہ آج یونائیٹڈ کنگڈم (U.K) کے سالانہ جلسہ کا پہلا روز ہے جو جمعہ سے شروع ہو رہا ہے۔ آج جمعہ کا خطبہ الگ ہوگا اور اس کے بعد افتتاحی اجلاس کچھ عرصے کے بعد اس سے الگ ہوگا لیکن دونوں کا مضمون جو میں نے آج کے لئے اختیار کیا ہے ایک ہی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے تمام مسائل کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سب دنیا شرک میں ڈوب چکی ہے اور تمام مرضوں کا آخری مرض، وہ جڑ جس سے سب مرضیں پھوٹ رہی ہیں وہ شرک ہے اور شرک کے سوا اور کچھ نہیں۔ توحید کے نام لیوا بھی مشرک ہو چکے ہیں اور وہ جو مشرک ہیں وہ تو مشرک ہیں ہی اور ہر مذہب اس وقت عملاً خدا کے سوا دوسرے خداؤں کی پوجا کر رہا ہے اور سب سے بڑا بت جو آج دنیا کے سامنے سر اٹھا کر خدا کا دعوے دار بن کے نکلا ہے وہ انا کا بت ہے۔ درحقیقت انسان خود اپنی ہی پرستش کر رہا ہے۔

اس پہلو سے آج کا یہ مضمون توحید کا اختیار کرنے میں میرے پیش نظر یہ تھا کہ خطبہ کے دوران آپ کو اپنی ذات میں توحید قائم کرنے کی طرف متوجہ کروں اور افتتاحی اجلاس میں توحید کے جو

تقاضے ہم نے کل عالم میں پورے کرنے ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح ان کو سمجھا اور جس طرح پیش فرمایا آپؑ کے حوالے سے توحید کا وہ مضمون آپ کے سامنے رکھوں۔ خطبہ میں توحید کے مضمون کا تعلق ہر احمدی کی ذات سے ہے اور خود میری ذات سے بھی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں توحید کا قیام کر ہی نہیں سکتے جب تک اپنے نفس میں توحید کا قیام نہ کریں اور قیام توحید کا قسط سے ایک گہرا اور اٹوٹ تعلق ہے۔ قسط سے مراد ہے انصاف۔ انصاف کے لئے اگرچہ مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن قسط اس مضمون میں ایک خاص مناسبت رکھتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہاں لفظ قسط کو اختیار فرمایا۔

قرآن کریم فرماتا ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ اور ملائک بھی یعنی فرشتے اور صاحبِ علم لوگ بھی اسی طرح خدا کے ساتھ گواہی دے رہے ہیں۔ مگر ان کی گواہی اللہ کے ذیل میں آ کر کام دکھاتی ہے اپنی ذات میں اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ بعد میں یہ نہیں فرمایا قائمین بالقسط یہ سب کے سب انصاف کو قائم کرنے والے ہیں بلکہ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ کہہ کر فرمایا کہ اللہ کی گواہی سب سے اہم اور سب سے زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ وہ قسط پر قائم ہے اور قسط کو قائم کرنے والا ہے۔ قسط سے مراد جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عرف عام میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انصاف ہے اور کوئی گواہ بھی جب تک انصاف پر مبنی نہ ہو اس کا انصاف پر قدم نہ ہو اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ پس ملائکہ اور اُولُوا الْعِلْمِ اس لئے قابل قبول ہیں کہ خدا ان کو اپنی گواہی کے ساتھ شامل فرماتا ہے اور اس کے قسط کی ذیل میں ملائکہ بھی آ جاتے ہیں اور اُولُوا الْعِلْمِ بھی آ جاتے ہیں۔ مگر اصل گواہی خدا ہی کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی گواہی ممکن نہیں ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے الْعَزِيْزُ وہ غلبے والا اور بزرگی والا ہے الْحَكِيْمُ اور حکمت والا ہے۔

پس ساری کائنات میں یہ گواہی پھیلی پڑی ہے اور جب خدا کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں تو ہم اس وجہ سے نہیں مانتے کہ ہمیں آواز آ رہی ہے قرآن کی طرف سے کہ اللہ نے گواہی دے دی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ میں اس گواہی کی عظمت اور اس کا وقار اور حکمت سب بیان ہو گئیں گویا تمام کائنات پر نظر ڈال کے دیکھو اس میں ایک عزیز اور حکیم خدا کا ہاتھ دکھائی دے گا۔ پس جب

عزیز اور حکیم ہونے میں کائنات کی ہر چیز خدا کی عزت اور اس کی حکمت پر گواہ ہے تو اللہ کی گواہی خود عدل پر قائم ہے۔ اگر محض اس وجہ سے خدا اپنی گواہی لوگوں سے منوائے کہ میں غالب ہوں میری گواہی مان لو تو یہ گواہی اپنی ذات میں بھی عدل کے خلاف ہو جائے گی لیکن اگر کوئی منصف یہ کہے کہ میری گواہی مانو کیونکہ میں علم کے زور سے اور حقیقت کے زور سے غالب ہوں نہ کہ جبر کے زور سے عزیز میں اور جابر میں یہی بڑا فرق ہے۔ عزیز اس ذات کو کہتے ہیں جو علم کی طاقت سے عزت والا غلبہ حاصل کرے اور بزرگی پائے اور صاحب علم کی بزرگی میں کوئی جبروت نہیں کوئی زبردستی نہیں کوئی ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے بلکہ علم اپنی ذات میں ایک طاقت بھی ہے اور عزت بھی ہے اور پھر اس کے ساتھ اگر حکمت بھی آجائے، ہر علم کے پیچھے جو حکمتیں ہیں تہہ بہ تہہ نہ ختم ہونے والی حکمتوں کا سلسلہ ہے۔ وہ بھی اگر اس بات پر گواہ ٹھہرے کہ یہ گواہی دینے والا جس نے یہ کائنات بنائی صرف اس کائنات میں ایک ہی وجود کا ثبوت ملتا ہے جو عزیز ہے اور جو حکیم ہے۔ پس اس پہلو سے اس گواہی میں ایک بڑی عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔

مگر جس تعلق میں خاص طور پر میں آپ کے سامنے یہ آیت رکھ رہا ہوں وہ آپ کی ذات کا تعلق ہے اور میری ذات کا تعلق ہے۔ ہم جب کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری گواہی کے حق میں ہمارے اندر کون سے ایسے شواہد ہیں یعنی گواہی کے حق میں کون سے گواہ ہمارے اندر موجود ہیں جو دنیا کو یقین دلاسکیں کہ ہم اس گواہی میں سچے ہیں۔ وہ گواہی کردار کی گواہی ہوسکتی ہے اور علم کی گواہی ہوسکتی ہے اور حکمت کی گواہی ہوسکتی ہے۔ علم اور حکمت کی گواہی سے مراد یہ ہے کہ ہم جب گواہی دیتے ہیں مثلاً روزانہ نماز میں پانچ وقت یہ پڑھتے ہیں **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد انّ محمداً عبدہ و رسولہ** تو کبھی ہم نے غور کیا کہ ہم گواہی کس برتے پر دے رہے ہیں۔ ہمیں خدا کا کیا ذاتی علم ہے اور خدا کی حکمتوں سے ہم نے کس حد تک حصہ پایا ہے۔ آج کون سا نیا مضمون لے کے ہم اٹھے ہیں کہ از سر نو گواہی کو دہرا رہے ہیں **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھدانّ محمداً عبدہ و رسولہ** اگر یہ گواہی خالی ہو، نہ ہمیں خدا کا علم ہو، نہ خدا کی حکمتوں سے واقف ہوں۔ خدا کا علم مکمل تو ناممکن ہے اتنا ہی ہوتا ہے جتنا وہ عطا فرماتا ہے مگر عطا انہی کو فرماتا ہے جو اس میں جستجو کرتے ہیں اور حکمتوں پر بھی کوئی محیط نہیں ہوسکتا وہ

لامتناہی سلسلہ ہے۔ مگر ہر روز خدا نئے علم کے ساتھ اپنے بندوں پر ظاہر ہوتا ہے نئی حکمتوں کے ساتھ مگر اپنے بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ پس ہم کس حد تک خدا کے بندے بن رہے ہیں بالارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارا قدم اٹھ رہا ہے اور کیا ہر صبح ہم یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ہاں ایک ہی خدا ہے اور کوئی خدا نہیں اور اس گواہی کے حق میں ہمارا کون سا علم ہے جو بطور دلیل کے ہم دنیا کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اپنی ذات پر آپ غور کر کے دیکھیں تو روزانہ صبح سے رات تک اور پھر رات کو سوتے وقت بھی آپ کی خوابیں آپ پر گواہ بن جاتی ہیں۔ صبح سے شام تک ہونے والے واقعات اور ان واقعات میں وہ فیصلے جو آپ کرتے ہیں وہ آپ پر گواہ بن جاتے ہیں اور آپ کی شخصیت کو خود آپ سے ہی تعارف کرواتے رہتے ہیں آپ کی خوابیں بھی وہی کردار ادا کرتی ہیں۔

پس سوتے اور جاگتے ہم اپنی ذات سے متعارف ہو رہے ہیں اور اس تعارف کے نتیجہ میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم جب التحیات للّٰہ میں خدا کے حضور جو تحیہ پیش کرتے ہیں اس تحیہ میں سچائی ہے بھی، کہ نہیں اور جب ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آج ہم گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو کس برتے پر گواہی دیتے ہیں۔ کون سا نیا علم ہم نے خدا کی ذات کے تعلق میں حاصل کیا، کون سی ایسی حکمت کی بات ہمیں معلوم ہوئی جس پر ہم کہہ سکیں کہ ایک ہی خدا ہے اور کوئی خدا نہیں۔ تو محض اشھد کہہ کر انگلی اٹھا دینا اور گواہی دے دینا یہ ہماری نجات کا موجب نہیں بن سکتا نہ ہی یہ گواہی کسی کے لئے قابل قبول ہوسکتی ہے کیونکہ ایسی ہی گواہی دینے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ بعض اوقات ایک گواہی دیتا ہے جیسا کہ سورۃ المنافقون میں آیت دو تا چار میں ذکر ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (المنافقون:2) جب منافق تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں، وہی اشھد جو ہم پڑھتے ہیں، وہ کہتے ہیں نَشْهَدُ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ کہ تو اللہ کا رسول ﷺ ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اب وہی علم کا مضمون یہاں اس گواہی کے تعلق میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ﷺ ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں یعنی گواہی سچی ہونے کے باوجود جھوٹی ہو جاتی ہے۔

اس حقیقت پر اگر آپ آگاہ نہ ہوں اگر آپ شعوری طور پر یہ سوچیں نہیں کہ آپ کی گواہیاں

اپنے مضمون کے اعتبار سے سچی بھی ہوں تو آپ بطور جھوٹے گواہ لکھیں جائیں گے تو اس وقت تک آپ کو ایک گھبراہٹ پیدا نہیں ہوگی، اپنے دل میں ایک پریشانی اور انتباہ کی کیفیت محسوس نہیں کریں گے۔ پریشانی اس بات پر کہ ہم منہ سے جو کہتے ہیں ہمیں پتا ہی نہیں، ہم کہہ کیا رہے ہیں اور واقعۃً جو کہتے ہیں وہ دل میں ہے بھی کہ نہیں اور اگر سچ سمجھ کے بھی کہہ رہے ہیں تو اس کے حق میں ہمارے پاس کیا ثبوت ہیں اور انتباہ ان معنوں میں کہ اگر یہ صورت حال غفلت کی اسی طرح رہے اور اسی حال پر انسان جان دے دے تو تمام عمر کی نمازوں کی ہر گواہی جھوٹی لکھی جائے گی۔

آج جو دنیا میں بدکرداری کا دور ہے جس کی طرف میں نے شروع ہی میں اشارہ کیا کہ شرک ہی شرک پھیلا ہوا ہے اس میں یہی تو ہو رہا ہے۔ کتنے مذاہب ہیں جو یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے یا ایک سے زیادہ بھی مانیں تو ایک خدا کے حق میں بھی گواہی دیتے ہیں مگر عملاً ان کے کردار پر اس گواہی نے کیا اثر ڈالا اور ان کا کردار اس گواہی کے حق میں کیا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ پس اس پہلو سے ہم نے جو تمام دنیا کو توحید پر اکٹھے کرنا ہے اور تمام دنیا کو شرک سے نکال کر توحید کی پناہ گاہ میں لانا ہے ہم پر کس حد تک یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا تصور کیجئے کہ ہم توحید کا سفر اپنی ذات سے شروع کریں۔ اگر غفلتوں کی حالت میں ہم نمازیں پڑھتے رہے تو نہ ہم موحد بن سکیں گے نہ دنیا کو موحد بنا سکیں گے کیونکہ توحید کا مضمون سچائی سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے علم سے تعلق رکھتا ہے جو معزز علم ہے جو عزت لاتا ہے اور غلبہ لاتا ہے اور پھر حکمت سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس تعارف کے ساتھ میں آپ کے سامنے یہ مضمون نسبتاً زیادہ کھولتا ہوں، روزمرّہ کی زندگی کے حوالے سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہم اگر سارا دن جھوٹ بولتے ہوں، سارا دن بدکلامیاں کرتے ہوں، جہاں اپنی ذات کا تعلق ہو وہاں انصاف کا گز اور طرح کا بنائیں، جہاں غیر کی ذات کا تعلق ہو وہاں انصاف کا گز اور طرح کا بنالیں، پیمانے بدلتے رہیں اور روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ کی اتنی عادت ہو چکی ہو کہ جو سچے ہیں وہ بھی اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر ضرور پھسل جاتے ہیں اور سچائی اس حد تک اپناتے ہیں جس حد تک اس کا اپنانا ہمیں نقصان نہیں پہنچاتا اور جہاں سچائی اور نقصان آمنے سامنے کھڑے ہوئے وہاں کب اور کس حد تک ہم سچائی کو پکڑتے اور جھوٹ کو ترک کر دیتے ہیں، مردود کر دیتے ہیں یہ وہ سوال ہے جو پہلے نفس میں اٹھنا چاہئے اور روزانہ اٹھنا چاہئے۔ اگر ہماری یہی کیفیت رہے کہ ہمیشہ

جب بھی ہمارا مفاد سچائی سے ٹکرائے تو سچائی اس مفاد سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور ہم اس دن نمازیں، ہر نماز میں یہ گواہی دیں اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً رسولہ تو خدا آسمان سے یہ گواہی دے گا کہ میں جانتا ہوں کہ میں ایک ہوں اور میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ میرا رسولؐ ہے اور میرا عبد ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو کیونکہ اس یقین اور علم کے بعد کہ خدا ایک ہے اور اس یقین اور علم کے بعد کہ خدا کے بندہ محمد رسول اللہ ﷺ اس کا بندہ بھی ہیں اور رسولؐ بھی ہیں پھر ہم اپنی ذات میں ایک تضاد قائم رکھیں اور روزمرّہ کی زندگی میں جہاں بھی توحید کو اختیار کرنا ہو اور غیر اللہ کو چھوڑنا ہو بلاتردد غیر اللہ کو اختیار کر لیں اور توحید کو چھوڑ دیں تو یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔

یہ محض ایک تقریر کا فقرہ نہیں کہ خدا آسمان سے گواہی دے تقریروں میں ایسے فقرے آجاتے ہیں۔ مگر میں نے اس فقرہ کی بناء اس گواہی پر رکھی ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ جب بھی منافق تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اب وہ منافق تو خدا جانے کتنی دفعہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوں گے۔ ہر روز تو ان کو توفیق نہیں ملتی ہوگی۔ کبھی کبھار ہفتے میں ایک یا دو بار شاید جب ملتے ہوں اور ملتے ہوئے یہ گواہی دیتے ہوں مگر خدا کے سامنے ہم روز حاضر ہوتے ہیں۔ پانچ نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں، ہر نماز میں ایک ایسا قعدہ بھی آتا ہے جس میں ہمیشہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اے خدا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ایک ہے تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اب وہ خدا جو ان منافقوں سے یہ سلوک کرتا ہے وہ اگر صاحب قسط ہے جیسا کہ گواہی دیتا ہے تو اس کے قسط کا، اس کے انصاف کا تقاضا ہے کہ جب بھی توحید کے بارے میں یا آنحضرت ﷺ کی صداقت کے بارے میں کوئی جھوٹی گواہی دے تو آسمان سے خدا اس گواہی کا انکار کرے اور اعلان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

کیا ہم نمازوں میں اس قسم کی لعنتیں تو نہیں سمیٹ رہے؟ پس قرآن کریم جن نمازوں کے متعلق فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (الماعون:5) اس مضمون پر غور کر کے اس ویل کی سمجھ آجاتی

ہے، ہلاکت ہو نماز پڑھنے والوں پر، لعنت ہو نماز پڑھنے والوں پر، اب **نعوذ باللہ من ذلک** نماز پڑھنے والوں پر تو لعنت کا تصور بھی نہیں ہوسکتا لیکن یہ خدا کا کلام ہے اور قرآن کی عظمت کا نشان ہے۔ تمام دنیا کی الٰہی کتابوں میں آپ تلاش کر کے دیکھ لیں وہاں نمازیوں پر لعنت نہیں ڈالی جائے گی مگر بعض نمازیوں پر قرآن لعنت ڈالتا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے قرآن سے یہ مضمون سیکھا ہے وہ بزرگ اور صوفیاء بھی ایسے نمازیوں کا ذکر کرتے ہیں اور لعنت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں مگر اصل اعلان قرآن کا اعلان ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون: 5,6)۔ وہ نماز پڑھنے والے جو نماز سے غافل ہیں ان پر لعنت ہو اور ان کی غفلت کی سب سے بڑی پہچان یہ گواہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے: **اشھد انّ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و اشھدانّ محمداً عبدہ و رسولہ** میں گواہی دے رہا ہوں کہ خدا ایک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ یہ صرف ایک ایسا اقرار نہیں ہے جو ساکت اور جامد ہو۔ جو خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ بات ہے کہ یہ ایک جاری اعلان ہے اور ہر نماز اور ہر دو نمازوں کے درمیان آپ کا ضرور خدا تعالیٰ کے متعلق کچھ علم بڑھنا چاہئے۔ ورنہ ایک ہی گواہی آپ دیتے چلے جائیں اور دیتے چلے جائیں اور اس کا تجربہ کچھ نہ ہو یہ ایک بے معنی سی بات بن جائے گی۔ لوگ کہتے ہیں نماز میں جب ہم ایک ہی جیسی باتیں دہراتے ہیں اور ہر نماز میں دہراتے ہیں اور دہراتے چلے جاتے ہیں تو کیا یہ بات اکتاہٹ پیدا نہیں کرتی اور بعض معترضین یہ سوال اٹھاتے ہیں جس کو بوریت کہتے ہیں تو کیا نماز آپ کو بور نہیں کر دے گی ہر نماز میں وہی باتیں۔ مگر اس مضمون پر ایک دفعہ میں نے پہلے تفصیل سے روشنی ڈالی تھی ہر نماز کی وہ باتیں برتن ہیں جو ہر روز نئے مشروب سے بھرتی ہیں۔ وہ باتیں چاہے ایک ہی ہوں مگر وہ تو محض ظروف کا کام دیتی ہیں، برتنوں کا کام دیتی ہیں اور ان برتنوں میں ضرور آپ نے کچھ بھرنا ہے اور وہ کچھ ہے جو آپ لے کر پیش ہوتے ہیں۔ اگر آپ ان برتنوں کو خالی رکھیں کوئی نئی بات اس میں نہ بھریں تو لازم ہے کہ آپ بور ہوں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ آپ ہزار مرتبہ کہیں اور حمد کا ایک ہی معنی دماغ میں رہے، ربوبیت کا ایک ہی معنی رہے اور اپنے ربوبیت کے تجارب کو آپ اَلْحَمْدُ کے ساتھ وابستہ نہ کریں، اگر آپ اپنے ربوبیت کے تجارب کو اَلْحَمْدُ کے ظرف

میں نہ بھریں اور رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے ہوئے جب حمد کہتے ہیں تو آپ کو یہ علم نہ ہو کہ آج آپ کیوں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کہنے کے مستحق ہیں۔ آج کیا نئی بات آپ نے دیکھی جس کی وجہ سے آپ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ ہی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ یہ جو نئی باتیں ہیں ان کا تعلق علم اور حکمت دونوں سے ہے۔ علم کی رو سے آپ کا جوں جوں علم بڑھتا ہے کائنات پر آپ غور کرتے ہیں نظام کائنات کو دیکھتے ہیں، اس کے ربوبیت کے نشان دیکھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے ربوبیت کا جو ختم ہونے میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس کی ربوبیت کا نظام کب سے جاری ہوا کب تک جاری رہے گا انسان اس کے تصور میں اگر ساری زندگی گزارے اور نسل انسانی، ایک کے بعد دوسری نسل مسلسل اس تصور میں، اس کھوج، اس جستجو میں اپنی زندگیاں لٹادے تو تب بھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے علم پر حاوی نہیں ہو سکتی اور یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ میں ہی نہیں کہہ رہا دنیا کے تمام سائنس دان جو اس مضمون سے واقف ہیں وہ یہی کہتے ہیں۔ ابھی تک ہمیں یہ بھی پتا نہیں چلا کہ ہماری کائنات میں جو ربوبیت کے لئے سامان رکھے گئے کب کب، کیسے رکھے گئے اور اب تک جو دریافت ہوئے ہیں ان کے علاوہ اور کتنے باقی ہیں۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے یعنی زمانے کے لحاظ سے اگر ہمارا دنیا کا دور ساڑھے چار ارب سال ہو تو زمانے کے لحاظ سے اگر یہ کہیں کہ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ انسان کو درخت کی لکڑی جلانا بھی نہیں آتا تھا اور بے شمار لکڑی اس کے لئے پڑی ہوئی تھی۔ اس کو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اس کائنات، اس زمین پر کیا کیا چیزیں میری خاطر پیدا کی گئی ہیں، ان کی صفات کیا ہیں، کون سی میرے کھانے میں کام آئیں گی، کون سے زہر ہیں جو میرے کھانے کے کام تو نہیں آئیں گے مگر میرے علاج میں کام آ سکتے ہیں اور اگر میری ربوبیت براہ راست نہیں کرتے تو کسی اور وجود کی براہ راست ربوبیت کر رہے ہیں۔ ایسے ایسے زہریلے مادے ہیں کہ انسان ان کو چکھنے کا تصور نہیں کر سکتا مگر ان میں زندگیاں چل رہی ہیں۔ بے شمار زندگی کی قسمیں ہیں جو ان سے استفادہ کرتی ہیں اور پھر وہ آپ کے کام آتی ہیں۔

ربوبیت کا ایسا حیرت انگیز نظام ہے کہ اس کا مختصر تعارف کروانا بھی ممکن نہیں ہے میں نے بارہا اپنی مجالس میں اس تعارف کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے مگر کچھ دیر مضمون کو آگے بڑھا کر بالکل بے طاقت ہو جاتا ہوں۔ ناممکن ہے کہ وہ شعبے ہی گنوا سکوں اور وہ شعبے جن پر میں نظر ڈالتا ہوں اور

میری روح حمد میں ڈوبتی ہے۔ مگر میرا علم محدود ہے اور اتنا محدود ہے کہ سائنس نے اب تک ان امور پر جو روشنی ڈالی ہے اس کا ایک بہت ہی معمولی حصہ ہے جس کو میں جانتا ہوں اور سائنس اس مضمون میں آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا ایک جگہ میں نے ایک جھیل پہ جو بہت ہی گندے پانی کی جھیل تھی ایسی کہ اس سے گزرتے ہوئے بدبو آتی تھی اور طبیعت چاہتی تھی کہ جلدی سے جس حد تک ممکن ہو سانس روک کر انسان آگے نکل جائے وہاں میں نے گل بکاؤلی کھلتے ہوئے دیکھا ہے اور اتنے خوبصورت پھول تھے ایسا سبزہ تھا ایسی اس پہ شادابی تھی کہ عقل دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ جس گندگی کو ہم حقارت سے دیکھ رہے ہیں اسی گندگی سے تو اللہ حسن نکال رہا ہے اور اس کی ربوبیت کی عجیب شان ہے کہ گندگی کا کوئی پہلو بھی نہ ان پتوں میں جاسکا، نہ ان پھولوں میں ظاہر ہوا۔ انتہائی بدبودار چیز سے بہت ہی خوشبودار پھول، لہلہاتے ہوئے اور خوشبودار پھول نکلے اور اتنے بڑے اور چوڑے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے جیسے تھالیاں لگائی گئی ہوں، حسن اور رنگ کی تھالیاں لگادی گئی ہوں اور ان میں خوشبو پیش ہو رہی ہو۔ میں نے کہا انسان کتنا جاہل ہے گندگی کو بھی تکبر سے دیکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ بھی تو گندگی ہی سے نکلا ہے اور گندگی سے نکلی ہوئی چیزیں ہی اس کی بقا کا موجب ہیں۔

اب یہ ایک پہلو ہے ربوبیت کا جس کی طرف توجہ پھرتی ہے تو انسان خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے سمندر میں اپنے آپ کو ایک قطرے سے بھی کم سمجھتا ہے یعنی قطرہ دیکھنے والا نہیں کیونکہ اس سمندر میں وہ بھی تو ایک قطرہ ہے جو عجائبات کا ایک سمندر ہے۔ پس یہ عجیب مضمون ہے کہ جو دیکھنے والا ہے وہ بھی تو اسی قدرتوں کے سمندر کا ایک معمولی سا ذرّہ ہے مگر ایسا ذرّہ جس پر کوئی دنیا میں محیط نہیں ہوسکتا ، خود انسان کا علم انسان نہیں پا سکتا۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرۃ:256) اللہ تعالیٰ کے علم پر کون ہے جو احاطہ کر سکے۔ صرف اسی حد تک احاطے کی توفیق ملے گی جس حد تک خدا خود توفیق دے گا اور وہ احاطہ ایک نسبتی احاطہ ہے اور وہ احاطے کے ایسے دائرے ہیں جو دائرہ در دائرہ پھیلتے چلے جاتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ میں نے احاطہ کر لیا اور پھر پتا چلتا ہے کہ احاطہ کہاں کیا تھا۔ اس احاطے کے اندر سے اور دائرے پھوٹ رہے ہیں جن تک میری رسائی نہیں۔ آج تک سائنس کسی ایک جستجو میں بھی اور یہ میں

بلا مبالغہ پورے یقین کے ساتھ آپ کو بتا رہا ہوں آج تک سائنس کسی ایک جستجو میں بھی یہ نہیں کہہ سکی کہ ہم نے آخری کنارے کو پالیا ہے۔ جس کو وہ آخری کنارہ سمجھتے ہیں اس کنارے سے اور کنارے پھوٹ جاتے ہیں جیسے پانی پہ پتھر پھینکیں تو جو پہلی لہر اٹھتی ہے وہ کم دائرے کی ہوتی ہے، تھوڑے دائرے میں محدود ہوتی ہے مگر وہ لہر در لہر پھیلتی چلی جاتی ہے اور پھر وہ ساری کائنات پر محیط ہو جاتی ہے اور کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اگر اس کا دائرہ محدود نہ ہو جس میں وہ سمٹی پڑی ہے یعنی وہ سمندر تو جو لہر اٹھے گی اگر دوسرے عوامل اس کو ختم کرنے کے لئے مقابل کی کوشش نہ کریں تو اپنی ذات میں جو لہر اٹھتی ہے وہ پھیلتی چلی جائے گی اور اس کے دائرے وسیع تر ہوتے چلے جائیں گے۔

پس خدا کی کائنات کا یہ علم تو لامتناہی ہے۔ مگر ہر ذرّے کا علم لامتناہی ہے یہ ہے مضمون جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی ایک ذرہ بھی ایسا نہیں کائنات کا جس میں آپ خدا کے علم پر محیط ہو سکیں اور ربوبیت کے تعلق میں جب آپ غور کریں تو وسیع علمی غور اگر نہ بھی کر سکیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے انفس میں تو دیکھو۔ دو ہی ذریعے ہیں خدا کو پانے کے یا آفاقی نظر پیدا کرو اور ساری کائنات پر نظر دوڑاؤ یا پھر اپنے نفوس میں سمٹ جاؤ، اپنی ذات میں ڈوبو اور وہاں تلاش کرو کہ تم میں خدا تعالیٰ نے ربوبیت کے کیسے کیسے عظیم الشان راز پنہاں کر دیئے ہیں۔ ایسے راز ہیں جن کا سلسلہ ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ بھی توفیق نہیں تو یہ تو دیکھو کہ خدا نے روزانہ تمہارے لئے کیا کھانے پینے کا انتظام کیا ہوا ہے اور ہر بندے کے لئے جو زندہ ہے کچھ نہ کچھ اس کی غذا کا انتظام موجود ہی ہے اور ہر پرندے کے لئے موجود ہے ہر چرندے کے لئے موجود ہے۔

آج صبح جب میں سیر پہ گیا تو ایک چھوٹا سا پرندہ بہت ہی خوبصورت گھاس پر کچھ چگ رہا تھا۔ مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ کیا کھا رہا ہے لیکن اس کی باریک نظر اس کو بتا رہی تھی کہ فلاں جگہ چونچ مارو اور اس کی چونچ ہمیشہ بھری ہوئی نکلتی تھی۔ اب اس کو سکھایا کس نے۔ یہ پہلو جو ہے یہ بھی تو عزیز حکیم سے تعلق رکھتا ہے۔ صرف کھانا رکھ دینا کافی نہیں، کھانے تک پہنچنے کی استطاعت پیدا کرنا بھی تو کام ہے اور ہر وجود کو پتا ہے کہ میرا کھانا کہاں ہے۔ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (ھود: 7) وہ جانتا ہے کہاں میں عارضی قرار پکڑوں گا اور کہاں میں نے لوٹ کر جانا ہے۔ پس آج میں اس پرندے کو دیکھتا دیکھتا ظاہری سیر کو بھول کر ایک اور ہی سیر میں ڈوب گیا۔ میں نے سوچا کہ اللہ کی شان دیکھو

ان سب کو خدا نے علم بخشا ہے اس گھاس میں، اس مٹی میں تمہارے لئے غذا موجود ہے اور کہاں ہے اور کس طرح تم نے حاصل کرنی ہے اور وہ روزانہ صبح اس یقین کے ساتھ نکلتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ہر قسم کے جانوروں کی غذا ہم نے اپنے اوپر رکھی ہے تم تو نہیں پیدا کرتے۔ اے انسان تم کہاں ان کو پال رہے ہو اور ہر چیز کی غذا موجود ہے۔ ایک چیز کا گند ہے دوسرے کی غذا بن جاتا ہے اور وہی گند صاف اور ستھرا ہو کر ایک اور پاکیزہ غذا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

پس اس پرندے کو دیکھ کر میں نے جب نظر دوڑائی تو ہر قسم کے پرندے اپنے اپنے مقصد کی جستجو میں مصروف دیکھے۔ کہیں کوئی جس کو لکڑ ہارا کہتے ہیں وہ ٹک ٹک کر کے ایسے درخت جو کھائے ہوئے ہوں، جو اندر سے کھوکھلے ہوں ان کے اوپر چونچیں مارتا اور اندر سے اپنی غذا کے نکلنے کی انتظار میں ہوتا ہے۔ اب کس نے اس کی عقل میں یہ بات ڈالی ہے؟ یہ سب ربوبیت کی تو باتیں ہیں۔ جوں جوں آپ کا علم بڑھتا ہے آپ ہر دفعہ جب کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو عجیب شان اور ذوق کے ساتھ آپ کے دل سے بے ساختہ آواز نکلتی ہے سب حمد اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور وہ لکڑ ہارا جس کی میں بات کر رہا ہوں اس کو لکڑ ہارا اردو میں کہتے ہیں مگر انگریزی میں وڈ پیکر Woodpecker وہ پرندہ ہے جس کے اوپر مزید تحقیق ہوئی تو مزید خدا کی قدرت کے عجائب سامنے آئے۔ وڈ پیکر بہت تیزی کے ساتھ چونچ مارتا ہے درخت کے تنوں کے اوپر اور ہم سمجھتے ہیں ٹک ٹک ٹک ٹک کی دو چار آوازیں ہیں۔ سائنس دانوں نے جب بہت ہی حساس کیمروں کے ذریعے جو بہت تیز رفتار تھے اس کی چونچوں کی ٹک ٹک کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ جو ایک ٹک ہے اس کے اندر سینکڑوں بار وہ سر نیچے اترتا ہے اور اس تیزی سے وہ ٹکر مارتا ہے کہ ہماری آنکھ کو ایک یا دو یا تین حرکتیں دکھائی دیتی ہیں مگر تیزی کی وجہ سے وہ حرکتیں مل جاتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں ایک اب اس نے گردن جھکائی اور ایک ٹکر ماری پھر دوسری ٹھوکر ماری تیسری ماری، اس کے اندر سینکڑوں دفعہ وہ ٹھوکر مار چکا ہوتا ہے یعنی درخت سے اپنی چونچ ٹکرا چکا ہوتا ہے اور کیوں کرتا ہے اس لئے کہ اس کو خدا نے یہ علم بخشا ہے کہ ان کھائے ہوئے درختوں کے اندر وہ کیڑے ہیں جو تمہارے لئے بہترین غذا ثابت ہوں گے اور جب تک تم ان کو بیدار نہیں کرو گے وہ باہر نہیں نکلیں گے اور جب تم بار بار اپنی چونچ ٹکراؤ گے تو پھر وہ باہر نکلیں گے اور جب وہ باہر نکلیں گے تو تم اس غذا کو کھا لینا۔ اب اس کے اندر بھی عجائبات

ہیں۔ Evolution کے ذریعے یعنی ارتقاء کے ذریعے اس پرندے کو کیسے سمجھ آئی کہ تیز رفتار سے میں جب چونچیں ماروں گا تو کیڑے نکلیں گے ورنہ نہیں نکلیں گے اور کتنے لاکھ سال اس ارتقاء کو چاہئے تھے۔ اس سے پہلے وہ کیسے زندہ رہتا تھا لیکن صرف یہی بات نہیں وہ حرکت اتنی طاقت ور ہوتی ہے وہ چونچ اس زور سے لگتی ہے کہ سائنس دان کہتے ہیں کہ دماغ پھٹ جائے اس کا اگر اس کا کوئی خدا تعالیٰ نے دفاع مقرر نہ کیا ہو۔ پس یہ ایک ہی پرندہ ہے جس کی چونچ اور اس کے دماغ کے درمیان خدا تعالیٰ نے ایک کشن Cushion رکھ دیا ہے اور جب وہ چونچ مارتا ہے تو وہ کشن دبتا ہے اور دماغ کو ٹھوکر سے بچا لیتا ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ کیا کوئی بھی ارتقاء کا نظریہ اس مسئلے کو حل کر سکتا ہے۔ اگر زور کی ٹکر مارنا ان کیڑوں کو نکالنے کے لئے ضروری ہے تو دو چار ٹکروں میں ہی وہ پرندہ پاگل ہو کے مر چکا ہوتا اور وہ کشن بنانے میں کتنی دیر لگی اور کون سے ارتقاء کے طبعی تقاضے ہیں جنہوں نے وہ کشن بنایا اس کا Mechanism پیدا کیا۔ اس پر آپ غور کریں تو یہی ایک پرندہ انسان کی عقل کو حیرت کے سمندر میں ڈبونے کے لئے کافی ہے اور پھر وہ کس طرح جا کر اپنے بچوں کو یہ خوراک دیتا ہے اور روزانہ اسی پہ پل رہا ہے۔ کس نے اس کو سکھایا کہ تمہاری غذا کہاں کہاں ہے۔ کوئی بھی ایسا پرندہ نہیں جس کو علم نہ ہو کہ میری غذا کہاں ہے اور وہ بچہ جو پہلے دن مثلاً گھوڑے کا بچہ پیدا ہوتا ہے یا ہرن کا بچہ پیدا ہوتا ہے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اٹھتا ہے اور ماں کے تھن کی طرف دوڑتا ہے اور انسان کا یہ حال ہے کہ اسے سکھائیں بھی تو بسا اوقات وہ سیکھ نہیں سکتا۔ بعض بچوں کو دودھ پلانا بڑی مصیبت بن جاتا ہے۔ مگر اکثر خدا تعالیٰ کی طرف سے اتنا علم یافتہ ضرور ہوتے ہیں کہ ماں کا دودھ چوسنا ان کو آجاتا ہے۔ کیوں آتا ہے؟ کیسے پتا چلتا ہے کہ یہ میری غذا ہے؟ یہ ساری وہ باتیں ہیں جو جب تک دماغ کے اندر کندہ نہ ہوں اس وقت تک انسان کی اپنے رزق تک رسائی ہو نہیں سکتی۔ پس رزق کا پیدا ہونا الگ مضمون ہے۔ یہ علم کہ یہ میرا رزق ہے یہ ایک الگ مضمون ہے۔ ہر وہ پھل یا پھول جو ہمیں دکھائی دیتا ہے ہمیں علم نہیں کہ اس میں غذا کون سی ہے، بڑے لمبے تجربہ کے بعد ہمارا علم کچھ بڑھا ہے لیکن ہر جانور کو پتا ہے کہ فلاں جو پھل ہے میں نے کھایا تو میں اس سے مر جاؤں گا۔ فلاں پھول کا رس میرے لئے زہر ثابت ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی غذا کا علم ہے اور کیسے حاصل کرنی ہے؟ کیسے اس تک رسائی ہونی ہے

لیکن عجیب بات ہے کہ جب اس لکڑ ہارے کے چونچ ٹکرانے کے مضمون پر آپ غور کریں تو آپ کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ اس کی چونچوں کے ٹکرانے سے جو قارعہ پیدا ہوتی ہے وہ چھوٹے چھوٹے ایسے کیڑے مکوڑے بھی جو دماغ کے لحاظ سے یا رکھتے ہی نہیں یا نہایت معمولی دماغ رکھتے ہیں وہ بیدار ہو جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں ہمیں اذن ہے باہر نکلنے کا اور وہ باہر نکل آتے ہیں۔ مگر انسان کی کیا حالت ہے کتنی دفعہ خدا کی قارعہ اسے جگاتی ہے کیسے بار بار اس کی چھاتی پر خدا کی طرف سے وہ چوٹیں پڑتی ہیں جو اسے جگانے کے لئے اور خدا تعالیٰ کا شعور بیدار کرنے کے لئے بعض دفعہ ایک ابتلا کے طور پر ماری جاتی ہیں۔ کتنے غم ہیں جو چوٹیں مار جاتے ہیں اور کتنی چوٹیں ہیں جو ہمیں بیدار کرتی ہیں؟ یہ ہے سوال۔ کیڑے تو اٹھ جاتے ہیں، سنڈیاں اٹھ جاتی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ ہمیں حکم ہے باہر نکلنے کا مگر انسان اپنی جہالت کے قید خانے میں اسی طرح پڑا رہتا ہے اور آئے دن ہمیں بیدار کرنے کے لئے آسمان سے اور زمین سے بھی نشان ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس اگر ان نشانوں پر ہم غور کریں تو پھر ہماری نماز زندہ ہوگی پھر ہم خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا ہم گواہی دیتے ہیں **کہ تو ایک ہے اور تیرے سوا اور کوئی نہیں۔ جہاں بھی رزق دیکھا تیرا ہی دیکھا ہے۔ جہاں بھی پناہ پائی تیری ہی پناہ پائی ہے۔ نہ تیرے سوا کوئی رازق ہے، نہ تیری پناہ کے سوا کوئی پناہ ہے۔ تو ہی ہے جو پالتا ہے تو ہی ہے جو دردوں کو ٹالتا ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں ہے** اور یہ جو ''نہیں ہے'' کی گواہی ہے یہ وہ گواہی ہے جو ہر روز انسان جھوٹی گواہی دیتا ہے کیونکہ اگر اس کو یقین ہو کہ خدا ہی ہے اور کائنات میں دیکھتا ہے تو خدا ہی دکھائی دیتا ہے، ساری کائنات کا علم گواہ بن جاتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی رازق ہے اور وہی پالنے والا ہے، وہی ہر چیز کی پناہ گاہ ہے پھر بھی جب اپنے لئے پناہیں ڈھونڈتا ہے تو غیر اللہ کے لئے پناہیں ڈھونڈتا ہے۔ اپنے لئے جب رازق تلاش کرتا ہے تو جھوٹ کو رازق بناتا ہے اور بددیانتی کو رازق بناتا ہے۔ کسی کا حق تلف کرنے کو رازق بناتا ہے۔ تو یہ وہ وجہ ہے کہ قسط کا مضمون میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

قسط کے بغیر گواہی سچی ہو ہی نہیں سکتی۔ پس ایک اندرونی انصاف اپنے اندر پیدا کریں جب تک آپ اپنے نفس کے خلاف گواہی دینے پر تیار نہ ہوں اور پورے یقین اور قوت کے ساتھ ہر روز اپنے نفس کو جھوٹا قرار دینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اس وقت تک آپ کا نفس سچ سیکھ ہی نہیں

سکتا اور یہ تجربے ہر روز بے شمار ہوتے ہیں اور ہرگز یہ ناممکن نہیں ہے کہ ہر نماز میں، ہر تشہد کے وقت جب آپ کہیں اشھد انّ لا الہ الا اللّٰہ تو آپ واقعۃً بعض باتوں کو ذہن میں رکھ کر یہ کہیں کہ ہاں ہم نے ایک اور راز پالیا ہے جو توحید کا راز ہے۔ آج ہم نے ایک اور راز دریافت کیا وہ بھی توحید کا راز ہے اور ہر انگلی جو اُٹھتی دیکھی اے خدا وہ تیری ہی طرف اُٹھتی ہے۔ یہ وہ گواہی ہے جو تجارب سے حاصل ہوتی ہے، جو مشاہدے سے ملتی ہے اور اس کے سوا اس تشہد کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ جب فرماتے ہیں:

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

(درثمین اردو:10)

تو یہ تصور کیوں پیدا ہوا۔ یہ تصور ایک عارف باللہ کے ذہن میں آ سکتا ہے اور وہ سارا نظم کا مضمون ہی ایسا ہے جو ذاتی مشاہدے اور عرفان کے بغیر ایک شاعر کے دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ ہر بات پر غور کیا اور کہا کہ ہاں اے خدا ہر انگلی تیری طرف اُٹھتی دیکھی ہے ہم نے:

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

(درثمین اردو:10)

اب یہ گواہی دیتے وقت بھی دیکھیں کیسی احتیاط برتی جارہی ہے" کچھ کچھ تھا نشاں" اور گواہی سچی ہے۔ دنیا کے عاشق جب باتیں کرتے ہیں اور چاند کے حوالے سے کریں یا سورج کے حوالے سے تو ایسا مبالغہ کرتے ہیں کہ اپنی گواہی کو خود جھوٹا بنا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں چاند کو دیکھا تو اس میں تو کچھ بھی نہیں تھا، پھیکا پڑ گیا تھا، تیرے اس نور کے سوا کوئی نور رہے ہی نہیں۔ چاند میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اب دیکھو کتنا بڑا جھوٹ ہے بعض ایسے محبوبوں کی تعریف کر رہے ہیں جو اندھیرے میں دکھائی بھی نہ دیں۔ ان میں جگنو جتنی روشنی بھی نہیں ہے مگر چاند کو اس کے مقابل پر پھیکا اور بے معنی اور بے حقیقت دکھاتے ہیں۔

اور حضرت مسیح موعودؑ چاند کے نور کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک بھی جگہ آپؑ کے عشق میں مبالغہ نہیں۔ ایک بھی جگہ آپؑ کے عشق میں جھوٹ کی ادنیٰ سی بھی آمیزش نہیں ہے۔ تھا تو سہی" کچھ

کچھ تھا نشاں'' ہم نے چاند سے تجھے دیکھا میرے آقا لیکن اس کے نور میں کچھ معمولی سی جھلک تھی تیری روشنی کی ، اس روشنی نے ہمیں تیرا دیوانہ بنایا اور تیری تلاش میں چاند سے پرے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ وہ مضمون ہے جو اس ساری نظم کی جان ہے، ہر مصرعے کی جان ہے اور ذرے پر غور کیا ان کے خواص پر غور کیا ایک ایسا جہان پایا جو نہ ختم ہونے والا جہان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے تعارف حاصل کریں تو پھر بھی آپ کو پتا چلے گا کہ یہ گواہی کیسے دی جاتی ہے کہ ''اشھدانّ لا الہ الااللّٰہ و اشھدانّ محمداً عبدہ و رسولہ''۔

ہر روز جو آپ کے لئے خدا تعالیٰ نشان دکھاتا ہے اور ہر شخص کے لئے کچھ نہ کچھ نشان خواہ وہ دہریہ بھی ہو ضرور ظاہر ہوتے ہیں اس کو وہ اتفاقات کے حوالے کر دیتا ہے۔ کہتا ہے اتفاقاً میری جان بچ گئی، اتفاقاً یہ واقعہ ہو گیا۔ اگر بارش اتنے دن کے بعد نہ ہوتی تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔ اس بے وقوف کو علم نہیں کہ ہر چیز کے اندازے ہیں اور پہلے سے مقدر ہیں۔ ہر چیز ایسے اندازوں پر چلائی جارہی ہے جو اپنے وقت پر ظاہر ہونے والے اندازے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر:22) وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ فرمایا کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو تم سوچ سکتے ہو مگر اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور خَزَآئِنُهٗ میں جو تصور ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ لامتناہی ، لامحدود خزانوں کی بات ہو رہی ہے وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اس چیز کو جس کے خزانے ہیں ہم اتارتے ہیں اندازوں کے ساتھ ساتھ اور اندازے میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے تمہارے اندر وہ ظرف پیدا ہو چکا ہے کہ نہیں، کہ ان خزانوں کو استعمال کر سکو۔ اب جس بچے کے دانت نہ نکلے ہوں اس کے منہ میں آپ اچھا بھونا ہوا مرغا ڈال دیں تو اسے جان سے مارنے والی بات ہو گی۔ ہر شخص کا اپنا ایک ظرف ہے اس ظرف کے مطابق خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی غذا ضرور بنا رکھی ہے اور انسان کا بھی ایک ظرف ہے جو بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس بڑھتے ہوئے ظرف کے مطابق خدا تعالیٰ اپنے خزانے اس پر اتارتا چلا جا رہا ہے۔ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات 48) کا یہ مضمون ہے جو ہمیں لامتناہی کائنات پر پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے آج تک کب وہ دن چڑھا کہ انسان کا دماغ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں سے آگے بڑھ گیا ہو۔ اسے ضرورت ہو کسی چیز کی، اپنے دماغ کے نتیجے میں یعنی دماغی صلاحیتوں کے نتیجے میں اس نے کچھ ایسی باتیں دریافت کی

ہوں جنہیں وہ عمل میں پورا کرنا چاہتا ہو اور کائنات میں اس کے پاس اس کا مصالحہ موجود نہ ہو وہ مادہ موجود نہ ہو۔ ایک بھی دن ایسا نہیں چڑھا۔ جب انسان اتنے درجہ حرارت پر قابو پانے کے خواب دیکھنے لگا جو اس کی ضرورت بن گیا تھا یعنی لاکھوں درجے کی گرمی کی اس کو ضرورت پیش آ گئی اور کوئی ایسا مادہ نہیں تھا اس کے ہاتھ میں جس مادے سے وہ برتن بنا سکے جس برتن میں وہ اس درجہ حرارت کی چیز کو سنبھالے اور اس پر تجربے کر سکے تو اس کی آنکھیں کھلیں اور خدا نے ایک اور خزانہ اس پر اتارا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یعنی خدا تعالیٰ) گویا فرما رہا ہے کیونکہ اللہ کے اذن سے ہی یہ خزانے نکلتے ہیں کہ تم مقناطیس کا برتن بناؤ اور مقناطیس کی قوت سے اس قسم کا مضبوط برتن بناؤ کہ مقناطیس کا برتن جو نہ دکھائی دینے والا ہے اس کے اندر لاکھوں کروڑوں درجہ حرارت کی چیزیں پگھل رہی ہوں اور کھول رہی ہوں اور ایک دوسرے سے عمل دکھا رہی ہوں لیکن وہ گر نہ سکیں کیونکہ مقناطیس کے برتن کو کوئی گرمی پگھلا نہیں سکتی اور مقناطیس میں یہ طاقت موجود ہے کہ اگر اس کا خول بنایا جائے تو اس خول کے اندر چیز ٹھہر جائے۔ اب ہم بھی تو مقناطیس کی طاقت ہی سے یعنی زمین کے مقناطیس کی طاقت سے زمین پر لگے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا جو گھوم رہی ہے ساری کائنات جو ایک دوسرے سے متصل ہے وہ نہ نظر آنے والے ستون جن پر یہ کائنات قائم ہے یہ سب کچھ اس غیر مرئی زمین کی کشش ہی سے تو پیدا ہو رہی ہے یہ طاقت۔ ہم جو کائنات کو اور اتنے درجۂ حرارت کے ستاروں کو ہوا میں معلق دیکھ رہے ہیں جس درجۂ حرارت کا تصور باندھنا بھی ممکن نہیں اور جب میں یہ کہتا ہوں تو ایک درست بات کہہ رہا ہوں۔ سائنس دان کو اس دنیا میں جتنی درجۂ حرارت کی ضرورت پیش آتی ہے وہ تو اس درجۂ حرارت کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہے جو ایک سمٹتے ہوئے ستارے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی تمام گرمی اور تپش کے باوجود وہ فضا میں اسی طرح معلق ہے جس طرح باقی ستارے معلق ہیں۔ کون سا برتن ہے جس نے اسے تھاما ہوا ہے۔ کون سے ستون ہیں جسے آپ دیکھ رہے ہیں کہ انہوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی نظر اس طرف پھیر دی کہ ممکن ہی نہیں تمہارے لئے کہ تم اپنے شعور کو کسی ایسی چیز کے لئے بیدار کرو جو ہم نے تمہیں اصل میں سکھائی ہے لیکن تمہیں علم نہیں کہ کون سکھا رہا ہے اور پھر تمہیں مناسب حال برتن نہ ملیں، مناسب حال اوزار نہ ملیں۔ تمام مناسب حال برتن، تمام مناسب حال اوزار اسی دنیا میں موجود پاؤ گے اور ہم ان کی طرف تمہاری نشان دہی کریں گے۔

پس خزانہ محض خزانے کے طور پر نہیں اترتا۔ خزانہ عقلوں کی روشنی لے کر اترتا ہے۔ وہ آسمان سے نور جب تک نہ اترے کہ خزانے کو کیسے استعمال کرنا ہے اس وقت تک خزانہ بھی بے کار ہے۔ پس یہ وہ رب ہے جس کے حق میں ہمیں ہر روز اپنی نماز میں گواہی دینی ہے۔ مگر اگر آفاق کے حوالے سے نہیں دے سکتے تو نفس کے حوالے سے تو دے کے دیکھیں۔ اپنے آپ کو تو سچا بنائیں۔ یہ تو دیکھیں کہ خدا کے رزق میں اگرچہ ہم اس کے شکر کا حق ادا کر ہی نہیں سکتے اس کے ادا کردہ رزق سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا۔ کس حد تک ایسا استعمال کیا کہ اس کی رضا کے تابع ہو۔ اب جہاں رزق کمانے کی میں نے بات کی ہے وہاں رزق کے خرچ کی بات بھی تو ہے۔ اگر انسان رزق کماتا بھی حرام کے ذریعے سے یا جائز بھی کماتا ہے اور حرام کا موقع ملتے ہی حرام کے موقع پر بھی ضرور منہ مارتا ہے تو اس کا سارا رزق گندا ہو جاتا ہے۔ پھر جب خرچ کرتا ہے اگر اس کے اندر طاقت ہو کہ اس کی انا کا بت اس سے پل سکے۔ اگر یہ کیفیت ہے تو پھر لآ اله الا اللّٰہ کی گواہی اسے کب زیب دیتی ہے۔ بہت ہی دردناک منظر ہے، بہت ہی دل دہلا دینے والا مضمون ہے۔ پس ہر نماز ہمیں جھنجھوڑتی ہے ہم سے گواہی مانگتی ہے ہم دے کر چلے جاتے ہیں اور سوچتے بھی نہیں کہ ہماری ہر گواہی آسمان سے جھٹلا دی گئی ہے۔

پس اے امت محمدیہ! تم اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہو اگر تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسولؐ اور اس کے بندے تھے تو اس گواہی کو اس طرح دو جس طرح اس رسولؐ اور اس بندے نے گواہیاں دی تھیں۔ ایک بھی گواہی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دی وہ ایسی نہیں تھی جس کا آپؐ کو ذاتی طور پر علم نہ ہو۔ اب دیکھیں علم سے اس کا کتنا گہرا تعلق ہے۔ بے علم کی گواہی بھی جھوٹ ہوتی ہے، ظن کی گواہی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ (النساء: 158) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس گواہی کا کیا حال ہے جو عیسائی دیتے ہیں یا یہود دیتے ہیں۔ جب علم ہی کچھ نہیں تو ظنی باتیں ہیں۔ تو یہ بات ہم پر لازم کرتی ہے، ہر نماز ہم پر لازم کرتی ہے کہ اپنا علم بڑھائیں اور ہر قسم کا علم بڑھائیں۔ اس میں مذہبی علم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ کوئی بندش نہیں ہے کہ ہم صرف مذہبی علم بڑھائیں کیونکہ اللہ جس کائنات کا خدا ہے جس کائنات کا رب ہے اس کی تخلیق میں مذہب اور غیر مذہب کے درمیان حقیقت میں کوئی تفریق ہی نہیں رہتی۔ جو مذہبی لوگ اس کی کائنات پر غور کرتے ہیں وہ دنیا کا علم ان کے لئے دنیا کا علم نہیں، دین کا علم بن جاتا ہے اور جو صاحب عقل دنیا کے علوم پر

غور کرتے ہیں وہ لازماً خدا کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے بھی وہاں کوئی تضاد نہیں کوئی دو آوازیں نہیں ہیں، کوئی دو سمتیں نہیں ہیں۔ ایک ہی سمت ہے وہ توحید کی سمت ہے جہاں قرآن اور کائنات ایک ہی ہو جاتے ہیں۔

پس اس مضمون کو اپنے دلوں میں، اپنی روحوں میں جاری کریں کیونکہ ہم نے تمام دنیا کو توحید کی طرف بلانا ہے اور توحید کے کچھ اور تقاضے ہیں جو انشاء اللہ میں افتتاحی اجلاس میں آپ کے سامنے رکھوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالوں سے آپ کو سمجھاؤں گا کہ ہمیں توحید کے میدان میں ابھی کیا کچھ کرنا ہے اور کیسی کیسی زمینیں ہم نے سر کرنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے مگر یاد رکھیں کوئی زمین، کوئی مملکت، کوئی جہان آپ سر نہیں کر سکتے جب تک اپنے نفس کو سر نہ کر لیں۔ آمین۔